© rasailojaraid.com

رُوس میں جنگِ افغانستان کے اثرات

تلخیص و ترجمہ: جناب فیض احمد شہابی صاحب - ادارہ معارف اسلامی منصورہ

افغانستان میں مداخلت کے بعد رُوسی فوجیوں کو جس ہلاکت سے گزرنا پڑا ہے، اس پر رُوس کے عوام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ جذبات میں ویسی شدت تو نہیں جو جنگِ ویتنام کے خلاف امریکی شہریوں نے دکھائی تھی، لیکن عام رُوسی اس طویل اور بے مقصد آویزش سے اُکتایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ قومی، علاقائی اور مذہبی پس منظر میں نفرت کی جو مختلف گہرائیاں موجود ہیں۔ رُوسی حکمران ان سے بخوبی واقف ہیں۔ بات یہاں تک پہنچی ہے کہ بعض قومی ریاستوں نے جنگِ افغانستان کے خلاف مشترکہ اعلامیے تک جاری کئے ہیں۔ اگرچہ سوویت یونین کے بے رحم نظام میں کسی سیاسی تحریک کا اُبھرنا تقریباً ناممکن دکھائی دیتا ہے، لیکن جنگِ افغانستان ایک ایسا سانحہ بن گئی ہے جس پر رُوس کے عوام مشتعل ہیں۔ ماسکو کے دانشور سرجئی خوانسکی کا کہنا ہے:

"یہ جنگ۔ ہماری معیشت پر بوجھ ہے۔ ہمارے بھائی بند اس میں مر رہے ہیں۔ نچلے درجے کے کمزور کسان ہوں یا حکومتی کارپرداز سبھی اس سے نالاں ہیں"۔ خوانسکی کے مطابق "اس جنگ کے خلاف کسی طاقت ور تحریک کا اُٹھنا فی الحال ممکن نہیں۔ امریکہ کے مقابلے میں یہاں جبر و تشدد کا راج ہے۔ ان حالات میں عوام میں سیاسی تحریک بپا کرنے کا شعور اور حوصلہ نہیں پایا جاتا۔ اس کے باوجود سوویت حکومت لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جذبات سے بے خبر بھی نہیں"۔

بالٹک کی جمہوریتیں، یوکرین اور وسط ایشیا کے عوام افغانستان میں روس کی مداخلت سے خاص طور پر برہم ہیں۔ یہ برافروختگی اس لحاظ سے بجا ہے کہ یہی ہتھکنڈے استعمال کرکے روس ان ریاستوں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہوا تھا۔ سرجی توانسکی اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں۔" افغانستان میں فوجی مداخلت کے بعد وہ طبقہ نہایت پریشان ہے جس سے رنگروٹ بھرتی کیے جاتے ہیں۔ بعض ریاستوں میں حکومت کے خلاف کھلی مزاحمت اب معمول بن چکی ہے۔ حکومت اپنے ارادوں سے باز نہیں آتی اور احتجاج کرنے والوں کو بے رحمی سے کچل دیتی ہے"۔

کچھ بھی ہو جنگِ افغانستان روس اور اس کے حواریوں کے لیے دردِ سر بن چکی ہے۔ اس نے وہاں کے عوام کو بیداری دی ہے اور نیا شعور عطا کیا ہے۔ پولینڈ کے رسالے ریوتونک (شمارہ ۸۲ - ۱۹۸۵ء) نے یوکرین کے ساحلی شہر اوڈیسہ کے بارے میں لکھا: "جنگِ افغانستان سے یہاں کے لوگ اتنے بوکھلا گئے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسے جیتنا ممکن نہیں ہے۔ ریڈیو لبرٹی نے بھی ایک سروے کے ذریعے انکشاف کیا ہے کہ روس کے ۳/۴ شہری اس بارے میں حکومتی پالیسی کی مخالفت کرتے ہیں

۱۹۸۳ء تک سوویت پریس نے یہ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ روس افغانستان میں کن کارروائیوں میں الجھا ہوا ہے۔ محاذِ جنگ سے ایک روسی سارجنٹ نے پراودا کو ۱۰ نومبر ۱۹۸۴ء کو ایک خط لکھا: "میں اس بات پر حیران ہوں کہ ہماری حکومت جنگِ افغانستان کے بارے میں حقائق بیان کرنے سے کیوں کتراتی ہے۔ حالانکہ روسی شہری اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر یہاں اپنا فرض ادا کر رہے ہیں"۔

روس کے جنگی نقصانات پر نظر ڈالنے سے حقیقت واضح ہوتی ہے۔ وزارتِ دفاع کے خفیہ اعداد و شمار کے مطابق صرف ستمبر ۱۹۸۰ء میں ۹۲۴۸ روسی سپاہی ہلاک اور ۵۰۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔ اب سے دو برس پہلے جنگ میں کام آنے والے ایک روسی افسر نے [illegible] بلی۔ اس میں ہلاک اور زخمی ہونے والے روسیوں کی تعداد ۲۰۰۰ ، ۲۰۰۰ ۔۔ ۲۰۰۰ کے قریب [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی۔ مجاہدین سے آ کر ملنے والے ایک یوکرینی منحرف فوجی نے انکشاف کیا کہ ان کے کامریڈ ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ اتنے روسی فوجی ہلاک تو نہیں ہوئے البتہ یہ تعداد چالیس پچاس ہزار سے کم نہیں۔ لیتھونیا سے چھپنے والے ایک زیرِ زمین رسالے اوسرا (شمارہ ۳۰) میں درج تھا۔ "سرکاری ریکارڈ کے مطابق تین برسوں میں روس کے ۰۳ فیصد فوجی جنگ میں ہلاک یا زخمی ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تعداد چالیس ہزار سے کم نہیں۔

ستمبر ۱۹۸۵ء میں حکومت کے ایک اعلیٰ نمائندے وی آئی چپناکوف نے سیاسی تعلیم کے ایک ادارے میں تقریب کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ جنگِ افغانستان میں ہر سال ۱۵۰۰۰ فوجی اپنی جانیں دیتے ہیں۔ ماسکو کی ایک خاتون سیلز کلرک نے اپنی ایک سہیلی (جو شرمیٹوو ہاسکو کے ٹرمینل پر کام کرتی ہے)، کے حوالے سے بتایا کہ ایک اسپیشل ہوائی جہاز روزانہ کابل سے ایک سو کے قریب تابوت لاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جنگِ افغانستان میں مرنے والے روسیوں کی تعداد تیس چالیس ہزار سالانہ کے لگ بھگ ہے۔ روسی شہری ان جانی نقصانات پر سیخ پا ہیں۔ مارچ ۱۹۸۱ء میں قازق مسلمان فوجیوں کی لاشیں مناسب تجہیز و تکفین کے بغیر دفنانے پر الما عطا میں زبردست مظاہرے ہوئے تھے۔ حالیہ برسوں میں جب کہ جانی اتلاف کئی گنا بڑھ چکا ہے۔ روسی حکام عوام کے غیظ و غضب کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں اور سینکڑوں لاشیں روس لانے کے بجائے وہیں افغانستان میں ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔

ہلاکت کی خبریں دوستوں اور رشتہ داروں پہ بجلی بن کر ٹوٹتی ہیں۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں مشرقی جرمنی میں تعینات ایک روسی فوجی کو یہ خبر ملی کہ اس کا بھائی جنگ میں مارا گیا ہے تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ بعد میں اس نے گیریزن سے فرار ہونے کی کوشش کی تو اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ۱۹۸۴ء میں خارکوف کے قصبے میں ایک عورت نے خود سوزی کر لی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ جنگ میں مرنے والے اپنے بیٹے کی لاش حاصل کرنے میں ناکام رہی تھی۔

روسی نوجوان فوج میں بھرتی ہونے سے ڈرتے ہیں۔ ماسکو کے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ ایسے نوجوان بیماری کا بہانہ بنا لیتے ہیں، خود کو زخمی کر لیتے ہیں اور بعض تو زہر کھا کر خودکشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کوشش کرتے ہیں۔ کیروف گراڈ کے ایک ڈاکٹر کے مطابق "ملٹری رجسٹریشن آفس پر افغانستان نہ بھیجنے کے لیے بھاری رشوتوں کی پیش کش کی جاتی ہے۔ ایک شخص نے اپنا ذاتی مکان اور کار اس شرط پر دینے کی پیش کش کی کہ اس کے بیٹے کو افغانستان نہ بھیجا جائے"۔ حکومت نے اس سر دردی سے بچنے کا حل ڈھونڈ لیا ہے۔ اب ایسے یتیم بچے جنگ میں جھونکے جا رہے ہیں جن کا والی وارث کوئی نہیں۔

روس میں خفیہ چھپنے والے پرچوں (SAMIZDAT) میں جنگِ افغانستان کے خلاف جذبات کا حقیقی اظہار روزمرہ کی بات ہے، لیکن اب ملک کے طول و عرض میں ایسے غیر قانونی ٹیپ شدہ امیگیت گردش کر رہے ہیں جنہیں خفیہ مقامات پر ریکارڈ کیا گیا ہے۔ یہ گانے ان مایوس فوجیوں نے لکھے ہیں جو افغانستان میں لڑ رہے ہیں۔ ان گانوں کے انگریزی تراجم لاس اینجلز ٹائمز کے علاوہ نیویارک سے شائع ہونے والے ایک روسی زبان کے اخبار میں چھپ چکے ہیں۔ اندازہ ہے کہ اب تک ۴۰۰۰۰۰ سوویٹ فوجی افغانستان میں اپنی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مایوسی کا یہ عالم ہے کہ جنگ کے خلاف روسی فوج خود افغانستان میں ایک خفیہ پرچہ (KRASNAYA ZVEZDA) نکالتے رہے ہیں۔ ۱۹۸۳ء کے آخر میں کابل میں اس کی جو کاپیاں تقسیم ہوئیں، ان کا عنوان تھا "جنگ بند کرو! ہمیں اپنے گھروں کو جانے دو!" ساتھ ہی ایک فوجی کی تصویر بنی ہوئی تھی جو اپنی کلاشنکوف توڑ رہا تھا۔ سرجی سوانسکی کا خیال ہے کہ افغانستان کے باشندوں کو جس بے دردی سے کچلا گیا ہے، اس سے روسی فوجیوں کے گرتے ہوئے مورال کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ جانی نقصانات جتنے بڑھے ہیں جنگ کی مخالفت بھی اتنی ہی تیز ہوئی ہے۔

وطن لوٹنے والے فوجی روسی حکام کے لیے مسئلہ بنتے جا رہے ہیں۔ وہ خفیہ چھپنے والے اخباروں کو انٹرویو دیتے ہیں اور جنگ کی ہولناکیوں کے قصے جا بجا بیان کرتے ہیں۔ فوج کی ہائی کمان کے لیے جنگ سے عام نفرت ایک قضیہ بن چکی ہے۔ خطرہ ہے کہ ان احساسات نے سیاسی تحریک کی صورت اختیار کر لی تو یہ پورے سوویت معاشرے کو نپلیٹ کر دے گی۔ سماجی بہبود کے ایک اعلیٰ روسی افسر نے تسلیم کرتے ہوئے کہا: "افغانستان سے لوٹنے والے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فوجیوں کے احساسات کا اندازہ ہمیں گذشتہ دو تین برسوں میں ہوا - وہ تھکے ماندے اور ذہنی طور پر مفلوج نظر آتے ہیں - لوگوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں " اگرچہ جنگِ افغانستان کے فوجیوں کو اب جنگِ عظیم دوم میں حصہ لینے والے سابق فوجیوں کے برابر مراعات مل گئی ہیں، اس کے باوجود مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا - انہوں نے فوجی انداز میں افغانی دستے (AFGANTSi) بنا لیے ہیں جو سماج دشمن قوانین کے مقابلے میں " عدل وانصاف " فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں - یہ کارآزمودہ فوجی روس کے نظامِ زندگی اور اس میں پائی جانے والی خرابیوں مثلاً رشوت، نوکرشاہی اور مغربی طرز کی فیشن زدگی سے سخت متنفر ہیں - ان کا دعویٰ ہے کہ روس کے گرے ہوئے معاشرے میں وہ اخلاقی طور پر برتر ہیں - اب تو انہوں نے خفیہ طور پر لوگوں کو تربیت دینی شروع کر دی ہے کہ بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت خور افسروں اور منشیات کے سرپرستوں سے کیسے نمٹا جائے - پراودا نے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں لکھا - " یہ فوجی بداعتمادی کا شکار ہیں - وہ خود کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نمائندے سمجھنے لگے ہیں - وہ ملک بھر میں اپنے قواعد وضوابط نافذ کرنا چاہتے ہیں " - اخبار کے مطابق افغانستان سے آنے والے ان فوجیوں کے منظم گروپ بڑے بڑے شہروں مثلاً ماسکو، نووسیبرسک اور پیتروسک میں موجود ہیں -

جنگِ افغانستان سے نفرت کا اندازہ روس میں خفیہ چھپنے والے پرچوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے - ستمبر ۱۹۸۱ء میں نوشرکاسک کے شہر میں ایک اشتہار منظرِ عام پر آیا - اس میں شہریوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ روس کی بیرونی مداخلت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں - ایک ماہ بعد ماسکو میں اسی نوعیت کا پوسٹر چھپا - اس پر یہ نعرہ درج تھا - " پولینڈ اور افغانستان کو آزاد کرو " لینن گراڈ سے سمرقند تک یہ اشتہار اب روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں -

۱۵ رجنوری ۱۹۸۰ء کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے افغانستان سے بیرونی فوجی دستے واپس بلانے کی قرارداد منظور کی - ماسکو ہلسنکی ناظر گروپ نے اس موقع پر اپنے تائیدی بیان میں کہا " روس میں بنیادی انسانی حقوق ناپید ہیں - وہاں کی لیڈرشپ ایسے فیصلے کر ڈالتی ہے جس کے دور رس اثرات تمام دنیا کو متاثر کرتے ہیں - یہ عظیم ترین ریاست جس طرح شخصی حقوق کا خیال نہیں کرتی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے لوگوں، ہمسایوں اور بالآخر دنیا کے انسانیت کے لیے ایک خطرہ بن گئی ہے۔" اس بیان پر دوسروں کے علاوہ معروف روسی منحرف آندرے سخاروف کے بھی دستخط تھے۔ گورکی میں جلاوطنی سے پہلے انہوں نے اے بی سی نیوز کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ دہرایا۔ پابندیوں کے باوجود سخاروف کی چند تحریریں بیرونی دنیا میں پہنچیں۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں بتایا "فیصلے کرتے وقت قومی رہنماؤں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے عوام محاسبے کا حق رکھتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ افغانستان پر چڑھائی کا فیصلہ کس نے کیا اور کیوں کیا۔ ہماری سیاست کا دردناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے قائدین صلح اور جنگ کے معاملات میں کسی کی رائے قبول نہیں کرتے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہاں تنقید کا گلا دبا دیا گیا ہے۔" روس کے اندر سے اس آواز نے افغان مجاہدین کو ایک نیا حوصلہ عطا کیا۔ انہوں نے روسی حکمرانوں سے کہا کہ وہ سخاروف کی آزادی کے بدلے میں روس کے بعض جنگی قیدی ان کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ روس کی جانب سے مجاہدین کی اس پیش کش کا جواب نہیں آیا۔

انسانی حقوق کی بحالی کے لیے روس میں متعدد تنظیمیں سرگرم ہیں۔ جون ۱۹۸۱ء میں استونیا میں کسی "نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ" کی جانب سے ---- ایک میمورنڈم چھپا۔ خلاصہ یہ تھا "اس میں شبہ نہیں رہا کہ ہمارا ملک ایک بہت بڑی سامراجی قوت ہے۔ سرحد پار کی دوسری آزاد قوموں پر استعماری ہتھکنڈے اس کا معمول بن چکے ہیں"۔ ۱۹۸۰ء کے موسم گرما میں لینن گراڈ کی ایک تنظیم کی دو خواتین نے روسی نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ افغانستان کے بجائے جیل جانے کو ترجیح دیں۔ اس پر روسی حکومت اتنی بگڑی کہ ان خواتین کو گرفتار کر کے جبری طور پر ملک سے نکال دیا۔ مئی ۱۹۸۰ء میں لینن گراڈ "ماریا کلب" کی "افغان خواتین کمیٹی" نے ایک قرارداد منظور کی۔ اس میں کہا گیا تھا: "ہم خواتین اپنے ان حوصلہ مند بھائیوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہیں، جو جنگ، تشدد اور بے انصافی کے خلاف مصروفِ عمل ہیں۔" جون ۱۹۸۱ء میں بچوں کے بین الاقوامی دن پر "تحریکِ امن" کے ایک رکن سرجی ٹرانسکی کی ایک اپیل منظرِ عام پر آئی: "ایک اشتراکی ملک میں ایک اجتماعی تحریک کو مزاحمت سمجھ کر کچل دینا غیر فطری لگتا ہے۔ ان تمام مشکلات کے باوجود یہ تحریک ہلاکت خیز ایٹمی ہتھیاروں، افغانستان میں مرنے اور زخمی ہونے والے افغان بچوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وہاں جاری تباہ کن جنگ کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھے گی۔"

۱۹۸۳ء میں ماسکو میں جنگِ افغانستان کے خلاف پہلا بڑا مظاہرہ ہوا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کر دیا۔ پکڑ دھکڑ دو دن جاری رہی۔ تقریباً دو سو افراد جیل میں بھیج دیے گئے۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کے نمایاں رکن الیگ رازنسکی اسی سال اکتوبر میں زیرِ حراست لیے گئے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے روسی توسیع پسندی کی مذمت کی تھی۔ حکام نے رازنسکی پر یہ الزام بھی دھرا کہ وہ جنگ افغانستان کے بارے میں ایک ایسا فلمی سکرپٹ تیار کر رہے تھے جس میں روس کو ایک نازی طاقت کے روپ میں دکھایا گیا تھا۔ ایک روسی منحرف الیگ الیفانوف پورے وثوق سے کہتے ہیں۔" سوویت حکومت میں اگر جرأت ہے تو ریفرنڈم کرا کے دیکھ لے کہ عوام کی اکثریت افغانستان سے فوجی دستے واپس بلانے کے حق میں ہے۔ اس مداخلت کا عالمی اشتراکی انقلاب یا روس کی سلامتی سے کوئی تعلق نہیں"۔ لینن گراڈ کی ایک "جدید تحریکِ اشتراکیت" نے نومبر ۱۹۸۵ء میں اپنا منشور شائع کیا۔ (بحوالہ گارڈین۔ ۲۲ جولائی ۱۹۸۶ء)

"ہماری مسلح افواج تاریخ میں پہلی بار افغانستان میں ایک غیر اعلانیہ جنگ لڑ رہی ہیں۔ اس میں مایوسی کے سوا کچھ نہیں۔ اس جنگ سے سوویت یونین یا مسلح افواج کے وقار میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔" "تحریک" کو شاید معلوم نہیں کہ روس نے آج تک کوئی اعلانیہ جنگ نہیں لڑی۔

لیتھونیا، لتویا اور استونیا کی جمہوریتیں اہل افغانستان سے گہری ہمدردی رکھتی ہیں۔ افغانستان میں فوجی مداخلت کے ایک ماہ بعد ان ریاستوں کے اکیس "تحریک پسندوں" نے سپریم سوویت اور اقوام متحدہ کو ایک کھلا خط بھیجا۔ انہوں نے "سوویت افغان معاہدہ دوستی" کا پول کھولتے ہوئے وضاحت کی۔" بالٹک کے ممالک نے ایک وقت میں روس کے ساتھ دوستی اور باہمی تعاون کا معاہدہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ان معاہدوں کی آڑ میں روس اپنے فوجی دستے لے آیا۔ یہاں کے مفتوح عوام روس کے ساتھ دوستی کے تلخ نتائج اب تک بھگت رہے ہیں"۔

جنگِ افغانستان نے وسطِ ایشیا پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اسلام دشمن پروپیگنڈے کے باوجود یہاں افغان مجاہدین سے گہری ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔ سرحد کے دونوں جانب ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومیں آباد ہیں جو نسل اور مذہب کے لحاظ سے ایک رشتے میں منسلک ہیں۔ متعدد رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ افغان مجاہدین وسطِ ایشیا جا کر اپنے بھائی بندوں سے ملاقاتیں کرتے اور اپنا لٹریچر بانٹتے ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں وسطِ ایشیا کا دورہ کرنے والے ایک مغربی سیاح نے اپنے ایک انٹرویو میں انکشاف کیا۔ "پہلی بار پتہ چلا کہ روس افغان سرحد کتنی غیر محفوظ ہے۔ افغان گوریلے بلا روک ٹوک روس میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلے وہ یہاں صرف اپنا لٹریچر لاتے تھے، اب منشیات اور ہتھیار تک لانے لگے ہیں۔ انہیں مقامی لوگوں کا پورا تعاون حاصل ہے۔" وسط ایشیا میں سوویت یونین کے خلاف خفیہ مواد شائع ہونے لگا ہے۔ ایک روسی اخبار نے تسلیم کیا کہ اس کے پیچھے افغان گوریلوں کا ہاتھ کارفرما ہے۔

وسطِ ایشیا میں جنگِ افغانستان کے اثرات تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ اسلامی جذبے کی روح پھر بیدار ہو گئی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھرنے لگی ہیں۔ لوگ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ ایسی خفیہ تنظیمیں بن گئی ہیں، جن کی قیادت "ملاؤں" کے ہاتھ میں ہے۔ سمرقند میں مقیم ایک سابق افغان طالب علم نے ایک رسالے (ایشیا انفارمیشن بلیٹن اکتوبر ۱۹۸۵ء) کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا: "قازق، ترکمان، ازبک اور تاجک جمہوریتیں جو دراصل اسلامی ریاستیں ہیں، روس کی غلامی کا جوا اتار پھینکنا چاہتی ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت افغانوں سے ہمدردی رکھتی ہے۔" آذربائیجان جمہوریہ سے فوجی بھرتی اس لیے ختم کر دی گئی ہے کہ افغانستان آتے ہی یہاں کے فوجی مجاہدین سے جا ملتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں ۱۰۶ تاجک فوجیوں کا دستہ محاذِ جنگ پر بھیجا گیا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ وہ افغان بھائیوں کے خلاف صف آرا ہیں تو انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ یہ فوجی واپس بھیج دیے گئے۔ بعض کو ان کے افسروں کے حکم پر موقع پر گولی مار دی گئی۔

۱۹۸۵ء میں ایک جرمن صحافی نے افغانستان میں ایک روسی تاجک بھگوڑے سے ملاقات کی۔ تاجک نے جرمن صحافی کو بتایا: "ہمارے نوجوان اپنے افغان بھائیوں کا خون نہیں گرا سکتے۔ روسی افسر انہیں جبری طور پر بھرتی کر کے افغانستان پہنچا دیتے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ جنگ میں کام آنے والے وسطِ ایشیا کے مسلمانوں کو وہیں افغانستان میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ رشتہ داروں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی موت کی خبر تک نہیں دی جاتی۔"

۱۹۸۲ء کے وسط میں تاجکستان کے شہر دوشنبے سے پانچ افراد پکڑے گئے۔ وہ افغانستان پر روس کے قبضے کے خلاف پوسٹر تقسیم کر رہے تھے۔ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ وہ عوام کو جنگ کا نشانہ بننے والے اور ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے۔ یو ایس ایس آر نیوز بریف (شمارہ ۵ ۱۹۸۴ء) کے مطابق ان افراد کا افغان گوریلوں سے رابطہ تھا۔ ۱۹۸۶ء میں اسی شہر دوشنبہ سے ایک خاتون سلوا دینسوف کی گرفتاری عمل میں آئی۔ الزام یہ تھا کہ وہ جنگِ افغانستان کے خلاف ایک دستخطی مہم چلا رہی تھیں۔ انہیں بعد میں دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ روسی حکام تسلیم کرتے ہیں کہ وسطِ ایشیا میں صرف ایک گوریلا تنظیم حزبِ اسلامی کے تقریباً ۳۰۰۰ قومی ارکان موجود ہیں۔ جو تاجکستان اور ازبکستان میں حکومت کے خلاف پوسٹر شائع کرتے رہتے ہیں۔ (بحوالہ یو ایس ایس آر نیوز بریف شمارہ ۱۰ - ۱۹۸۶ء)

جون ۱۹۸۵ء میں استراخان کے کشیشن نوجوانوں نے افغانستان میں فوجی خدمات سرانجام دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ فوجی دستے موقع پر بلائے گئے۔ فائرنگ کا زبردست تبادلہ ہوا۔ فریقین کے بہت سے آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگِ افغانستان نے روس کے اندر ایک دھماکا خیز صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ اگر یہ جنگ مزید عرصے تک جاری رہی تو روس کی اندرونی سلامتی کے لیے ایک خطرہ بن جائے گی۔

("مارا اس کو زبور" سنٹرل ایشین سروے شمارہ ۱ ۱۹۸۷ء)

© rasailojaraid.com